

فصل آبادلٹریری فیسٹیوں

جمعہ سے شروع ہر کر ہفتے کی رات تک چلنے والا یہ لٹریری میلہ، کمال کا تھا۔ چنگتگی، آرٹ، تہذیب اور نگوں کا ایک نایاب نمونہ جو دیکھنے والے کی آنکھوں اور دل کو مسخر کر دیتا ہے۔ پانچ برس سے مسلسل منعقد ہونیوالا فیسٹیوں حدد رجہ منفرد اور خوبصورت تقریب تھی۔ بے حد کا میاب اور لوگوں کے شعور پر دستک دینے والی آواز۔

سب سے پہلے تو اہلیان فیصل آباد کا ذکر کرنا چاہوں گا۔ آرٹ کو نسل کا ہال بھر پور طریقے سے بھرا ہوا تھا۔ ہر عمر اور ہر طبقے سے تعلق رکھنے والے مرد اور خواتین شانہ بشانہ برا جمان تھے۔ جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ادبی شعور میں فیصل آباد کسی دوسرے شہر سے کمتر یا پچھے ہے، اسے اس ادبی فیسٹیوں کو ضرور دیکھنا چاہیے تھا۔ دعویٰ سے عرض کر سکتا ہوں کہ فیصل آباد کسی بھی لحاظ سے کسی بھی شہر سے شعور میں ہرگز ہرگز کمزور نہیں ہے۔ جس یکسوئی، محبت اور تمیز سے سامعین نے سب کو سنا، سوالات کیے، آنے والے مہمانوں کو عزت دی، اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ فیصل آباد، ادب دوستی میں کسی سے پچھے نہیں ہے۔ اسکو صرف ایک صنعتی شہر گردانا اس خطہ سے ناواقف ہونے کی علامت ہے۔ فیسٹیوں کے وہ منتظمین جنہوں نے اس تقریب میں حدد رجہ محنت کی، شب و روز ایک کیے، وسائل مہیا کیے، تمام مبارک باد کے مستحق ہیں۔ جس اخلاص سے محض چند افراد مالی وسائل مہیا کرتے ہیں اور کرتے جا رہے ہیں، بذات خود ایک خوبصورت عمل ہے۔ اسکی جتنی بھی تعریف کی جائے بہر حال کم ہے۔ اس میں مصدق ذوالقرینین کا ذکر کرنا ضروری ہے۔ انکی اہلیہ کی محنت کا ذکر بھی از حد ضروری ہے۔ مصدق انٹرلوپ کے مالک ہیں۔ کیڈٹ کالج حسن ابدال میں مجھ سے دو برس سینئر تھے۔ آج وہ دنیا میں انٹرلوپ جیسے کامیاب ترین ادارے کے روح رواج ہیں۔ میں نے یہ بھی دیکھا کہ جس تو انائی سے مصدق اور دیگر چند کاروباری اداروں نے اس تقریب کو ہر سال کامیابی سے منعقد کرنے کا بیڑہ اٹھایا ہوا ہے، وہ جذبہ از حد خالص اور نادر ہے۔ اس بھر پور تقریب کو منعقد کرنے میں بہت سی خواتین نے از حد محنت کی ہے، اس میں میری اہلیہ، تو شیبا، شیبا اور دیگر خواتین شامل ہیں۔ انتظامی لحاظ سے تو شیبا ہر بار کمال کرتی ہے۔ مہمانوں کیلئے تمام جزئیات کامیابی سے طے کرنا، انکی خاطر توضیح کرنا، عزت سے فیصل آباد لانا اور بھروال پس بھجوانا، اس مشکل ترین انتظامی کام میں تو شیبا کمال مہارت حاصل کر چکی ہے۔ بالکل اسی طرح کینڑ کالج کے شعبہ اردو کی ہیڈ، محترمہ شیبا صاحبہ نے بھی بھر پور انداز سے اس میلہ کو اپنایا ہوا ہے۔ شیبا صاحبہ، میرے قریبی دوست اصغر ندیم سید کی اہلیہ ہیں۔ دیکھا جائے تو ان تمام اور چند خواتین جنکا نام نہیں جانتا، تقریب کو حدد رجہ کامیاب بنانے میں بھر پور کردار ادا کیا ہے۔ عرض کرتا چلوں کہ فیصل آباد لٹریری فیسٹیوں کا لا ہور اور کراچی میں منعقد کردہ ادبی تقریبات سے موازنہ نہیں کرنا چاہیے۔ اسیلے کہ آنے والے مہمانوں کی اکثریت انہی بڑے شہروں میں رہتی ہے۔ لا ہور اور کراچی میں ان معزز مہمانوں کا آنا، نسبتاً آسان ہے۔ مگر فیصل آباد فیسٹیوں میں کمال بات یہ ہے کہ کراچی، اسلام آباد، لا ہور اور دیگر تمام شہروں سے نہ صرف ادبی شخصیات بھر پور طریقے سے آتی ہیں، بلکہ فاصلہ بے معنی ہو جاتا ہے۔ یہ اس تقریب کی کامیابی کی ایک بہت بڑی دلیل ہے۔

جمعہ کی شام کو شروع ہونے والی افتتاحی تقریب میں شامل نہ ہو پایا۔ اسیلے کہ لاہور میں کچھ ذاتی مصروفیات تھیں۔ مگر ہفتہ والے دن دوپہر کو آرٹس کونسل پہنچا تو ہال تک رسائی کافی مشکل تھی۔ ہر طرف لوگ ہی لوگ تھے۔ علم دوستی کا یہ عالم تھا کہ ہال کے باہر، لوگ کرسیوں پر ٹوٹی وی سکرین پر بھی اندر ہونے والی تقریب کو بھر پور طریقے سے دیکھ رہے تھے۔ بڑی بڑی سکرینوں پر ہال میں منعقد ہونے والی تقاریب، باہر بھی اسی طرح نشر ہو رہی تھیں۔ لوگ بڑے آرام و سکون سے بیٹھ کر ہر شخصیت سے ہونے والی بات چیت کو سن رہے تھے، مظوظ ہو رہے تھے۔ بہر حال اب اندر کا حال سینے۔ جب میں پہنچا تو مدیحہ گوہر کی یاد میں دن کی دوسری یا تیسری تقریب ہو رہی تھی۔ انکے شوہر، شاہدندیم، بیٹی سوریندیم اور بیٹا سٹیچ پر بیٹھے ہوئے تھے۔ سوال و جواب کا خوبصورت سلسلہ جاری تھا۔ ندیم صاحب بتا رہے تھے کہ مدیحہ پوری زندگی کمزور طبقے کے حقوق کیلئے لڑتی رہی۔ انکی آواز بنی رہی اور پسے ہوئے طبقے کے حالات اور مسائل کو ڈرامہ کی شکل میں عام لوگوں کے سامنے پیش کرتی رہی۔ اجوکا تھیڑ کا بھی بھر پورڈ کر رہا۔ پاک بھارت تعلقات کو انسانی سطح پر ایک دوسرے کے قریب کرنے کی جو بھر پور کوشش اجوکا تھیڑ نے کی، وہ قابل ستائش ہے۔ مدیحہ گوہر کے صاحزادے نے امن کیلئے جو کوششیں، انکی والدہ مدیحہ نے کیں، انہیں بھر پور طریقے سے بیان کیا۔ انڈیا میں جب انکی ایک تقریب میں بی بے پی کے چند شرپسندوں نے ہلڑ بازی کی۔ انکو صرف یہ کہا گیا کہ آپ بیٹھ کر یہ ڈرامہ دیکھ لیں۔ اسکے بعد فیصلہ خود کر لیجئے کہ یہ امن کے بڑھاؤ کیلئے ہے یا اسکے کوئی اور مقاصد ہیں۔ بی بے پی کے درجن بھر لوگ، تین گھنٹے بیٹھ کر ڈرامہ دیکھتے رہے۔ افتتاحی مُنتظمین کو مبارکباد دیکھ رہا خاموشی سے واپس چلے گئے۔ مدیحہ گوہرنے جس طرح ڈرامہ کے میڈیم کو امن کیلئے استعمال کیا، وہ اپنی مثال آپ ہے۔ خدا، مدیحہ گوہر کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے۔

اسکے بعد انگریزی ناول، شاعری اور کہانیوں پر بھر پور سیشن ہوا۔ حارت خلیق اور منا ملک اسکی روح روائی تھے۔ معلوم ہوا کہ نہ صرف اردو، بلکہ انگریزی زبان میں بھی ہمارے لکھاری اور شاعر کسی سے کم نہیں ہیں۔ انگریزی ناول لکھنے والے مصنف اور شاعری کرنے والے لوگ پوری دنیا میں ہماری عزت دار پہچان بن چکے ہیں۔ خوبصورت بات یہ بھی تھی کہ جس توجہ سے سامعین اردو زبان سے مسلک افراد کو سنکر تعریف کر رہے تھے، بالکل اسی توجہ سے انگریزی کو بھی پرکھ رہے تھے۔ حیرت انگلیز بات تھی۔ میرے لیے کافی حد تک اجنبی بھی۔ کیونکہ اکثر گمان کیا جاتا ہے کہ ملک میں انگریزی سننے اور پڑھنے والے کم ہوتے جا رہے ہیں۔ مگر وہاں تو ما حول ہی کچھ اور تھا۔

کشورناہید سے مکالمہ حد درجہ جاندار تھا۔ کشورناہید بذات خود اپنے خیالات سے جڑی ہوئی ایک عظیم خاتون ہے۔ نجیف سی نظر آنے والی کشور ہرگز ہرگز کمزور نہیں ہے۔ ان مشکل معاملات پر بھی کھل کر بات کرنے کی جرات رکھتی ہے جس کا ذکر تک کرتے ہوئے بڑے بڑے لوگوں کے پسینے نکل آتے ہیں۔ خواتین کے حقوق، انکے ساتھ یکساں سلوک، اقلیتوں کے ساتھ ناروا سلوک کا تدارک، انکے لیے برابری کی سطح پر بہترین سلوک، پسے ہوئے طبقوں کی حمایت میں آواز اٹھانا اور نہ بھی شدت پسندی کے خلاف جس طرح کشورناہید کام کر رہی ہے، حیرت انگلیز حد تک بہادرانہ اور منفرد ہے۔ کشورناہید صرف معتوب طبقوں کی ہی آواز نہیں، بلکہ ان ان گنت ان لوگوں کی آواز بھی ہے جو دل ہی دل میں حساس معاملات پر کڑھتے رہتے ہیں۔ مگر جرات اظہار نہیں رکھتے۔ تمام تر ذاتی مشکلات اور مصائب کے باوجود کشورناہید چٹان کی طرح اپنے خیالات پر پہرا دے رہی ہے۔ انکے ساتھ تقریباً ایک گھنٹے کی نشست کمال تھی۔ انتہائی سادہ

اور موثر محترم اصغر ندیم سید صاحب کی کہانیوں کی نئی کتاب، کہانی مجھے ملی، بھی اسی نشست میں سامنے آئی۔ سید صاحب کے متعلق کچھ بھی لکھنا کم از کم میرے لیے بہت مشکل ہے۔ وہ جتنا بڑا لکھاری ہے اتنا ہی بڑا انسان بھی ہے۔ اصغر ندیم سید کی لکھی ہوئی ایک کہانی جس میں پشاور کے اے پی ایس کے شہید پکوں کے چھوٹے چھوٹے اعضاء کو ماں میں پہچان کر لیجاتی ہیں، اس نشست کا نقطہ عروج تھا۔ جب اصغر ندیم سید اس کہانی کو پڑھ رہے تھے تو اکثر لوگوں کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ سید صاحب کو خدا سلامت رکھے۔ یہ نایاب انسان ہے۔ اس طرح کے لوگ کم سے بھی کم تر ہوتے جا رہے ہیں۔

عطاء اللہ عیسیٰ حیلوی کے ساتھ بھی ایک جاندار سیشن تھا۔ حال ہی میں انکا اپریشن ہوا ہے۔ خدا انہیں صحت کا ملہ دے۔ نقاہت کے باوجودہ لاہور سے فیصل آباد آئے۔ انکا بیٹا ساول بھی ساتھ تھا۔ عطاء اللہ کا فیصل آباد سے بھر پور تعلق ہے جو بہت کم لوگوں کو معلوم ہے۔ بلکہ میرے علم میں بھی نہیں تھا۔ سائل کی دہائی میں، عطاء لائل پور میں ایک سرکاری کالج میں زیر تعلیم رہے۔ اسے عرفِ عام خالصہ کا لج کہا جاتا ہے۔ اسی شہر میں ایک محنت کش کے روپ میں بھی روزی کماتے رہے۔ عطاء اللہ نے جب اپنے فنی سفر کا ذکر کیا۔ اپنے والد، والدہ اور ہمیشہ گان کا ذکر کر رہے تھے، تو اکثر انکی آنکھوں میں بادل آجاتے تھے۔ خاموش ہو جاتے تھے۔ والدہ کے ذکر پر انکی آنکھوں سے آنسو نکل آتے تھے۔ انہوں نے اپنی گائیکی کی زندگی کی مشکلات پر کھل کر بات کی۔ کس طرح انہیں پیٹی وی اور ریڈیو کے چکر در چکر لگانے پڑے۔ کس طرح عزتِ نفس کو بار بار کھلا گیا۔ کس طرح سفارشیں کرو اکرو اکر معمولی سے پروگرام حاصل کیے۔ مگر بالآخر کامیابی نے اس شخص کے قدم چومنے۔ جود داسکی آواز میں ہے، وہ سحر طاری کر دیتا ہے۔ عطاء اور انکے بیٹے ساول نے سماں باندھ دیا۔ ساول ایک تعلیم یافتہ نوجوان ہے۔ اپنے والد کے فن کو آگے بڑھا رہا ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ عطاء اللہ کی صائززادی ہالی وڈی مشہور فلم، مشن امپوسیبل (Mission Impossible) میں پیشیں (Effects) دیتی رہی ہیں۔ ہالی وڈی اس قدر کامیاب فلم میں ٹینکنیکل کام کرنا بہت بڑی کامیابی ہے۔

کس کس مہمان کا ذکر کروں اور کس کا نہ کروں۔ طالب علم اور وسعت اللہ خان کا سیشن بھی حد درجہ کامیاب رہا۔ سوال و جواب کا ایک مدل دریا تھا جس سے سب شرابور ہو رہے تھے۔ پورے ملک سے اپنے اپنے شعبوں کے کامیاب ترین لوگ موجود تھے۔ آصف، رضا میرا اور جمال شاہ کو دیکھ کر خوشی ہوئی۔ پیٹی وی اور فلم پر دہائیاں حکومت کرنے والے یہ بڑے لوگ، آج بھی ماشاء اللہ قائم و دائم ہیں۔ انور مقصود مکمل طور پر میلہ لوٹنے میں کامیاب رہے۔ معلوم ہی نہ ہو پایا کہ دو پھر سے رات کب ہو گئی۔ وقت گزرنے کا پتہ ہی نہ چل پایا۔ ایسی ایسی شخصیات سے مکالمہ اور خوبصورت باتوں کا طوفان۔ اب تو فیصل آباد ٹری ری فیٹیوں، شہر کی پہچان بن چکا ہے۔ میرے اپنے شہر کی امنت اور انمول شناخت۔ خدا، اس طسم ہو شر باجیسے سفر کو قائم و دائم رکھے!

راوی منظر حیات